مریم مکتوب
سی۔۱۳۹(اے)،بلاک ۴،فیض احمد فیض لین،کے اے ای سی ایچ ایس (ایڈمن سوسائٹی)، کراچی

عبدالقادر سروری کی ادبی جہات

Abstracts

Literary aspects of Professor Abdul Qadir Sarwari

By Maryam Maktoob, C-139 (A), Block 4, Faiz Ahmed Faiz Lane, KAECHS (Admin Society), Karachi.

Abdul Qadir Sarwari is famous for Deccan school of literature. Abdul Qadir Sarwari, Saleem Panipati's disciple, Mohi -ud -Din Qadri Zor's colleague and Maulvi Abdul Haq Sahib's subordinate. He served for the Osmania University, Hyderabad. Besides, Mysore University and Kashmir also remained the chairman of Urdu department. Abdul Qadir Sarwari was basically a researcher. There are his writings regarding both prose and poems. Among them are, the evolution of Urdu poem (Urdu Mathnavi Ka Irtaqa), modern Urdu poetry (Jadeed Urdu Shayery), world of fiction (Dunya-e- Afsana) and character of fiction (Kirdar aur Afasana), especially notable. The literary history of Urdu (Urdu ki Adabi Tareekh) is his famous book. In which he has analyzed literature with many dimensions. Apart from his writings, he compiled many books. There are compilations of the words (Kulliyat) of Siraj, Sanaسti, Ibn Nashati, Ghalib and Zafar.Abdul Qadir Sarwari has also worked on linguistics, and wrote a very first book about linguistics 'Language and Knowledge of Language' (Zaban aur Ilm-e-zaban). Especially for students' knowledge. In addition, many books are also written as an educationist. His books are also part of the curriculum. Abdul Qadir Sarwari has the multi dimension personality. Unfortunately, there is no

significant work of research quality in Urdu literature about him. So this article is a small confession of their services.

Keywords: Abdul Qadir Sarwari, Osmania University, Waheeduddin Saleem, Maulvi Abdul Haq, Muhiuddin Qadri Zor, Zubaida Kulsoom (daughter), Hyderabad Deccan, Dabistan Urdu, Persian Literature in Kashmir, Urdu in Kashmir, Persian Literature, Urdu Mathnavi, Linguistics, Language , Fiction, Modern Urdu Poetry, Risala Adbiyaat, Risala Maktaba, Kulliyat-e-Siraj, Deewan-e-Ghalib, Literary History of Urdu, Majlis-i-Isha'at-i-Dakani Makh-tootat (MIDM) , Idara-i-Adabiyaat-i-Urdu (IAU).

ملخص

عبد القادر سروری اردو ادبیات میں دبستان دکن کے حوالے سے مشہور ہیں۔ عبدالقادر سروری، سلیم پانی پتی کے شاگرد، محی الدین قادری زوؔر کے ہم مکتب و ہم عصر اور مولوی عبدالحق صاحب کے ماتحت تھے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے لیے خدمات انجام دیں۔اس کے علاوہ میسور یونیورسٹی اور کشمیر میں بھی صدر شعبہ اردو رہے۔ عبد القادر سروری بنیادی طور پر ایک محقق تھے۔ان کی نثر اور نظم دونوں کے حوالے سے تصانیف موجود ہیں۔ جن میں اردو مثنوی کا ارتقاء، جدید اردو شاعری، دنیائے افسانہ اور کردار اورافسانہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اردو کی ادبی تاریخ ان کی مشہور کتاب ہے۔ جس میں انھوں نے ادب کا کئی جہات سے تجزیہ کیا ہے۔ طبع زاد تصانیف کے علاوہ ان کی کتابوں میں مرتبات بھی کافی مقدار میں موجود ہیں۔ جن میں سؔراج، صنعؔتی، ابن نشاؔطی، غاؔلب اور ظؔفر کے مدون اور مرتب کلام موجود ہیں۔ عبد القادر سروری نے لسانیات پر بھی کام کیا ہے۔ اور علم لسانیت کے لیے باقاعدہ اور اولین کتاب "زبان اور علم زبان" لکھی۔ علاوہ ازیں، بہت سی کتابیں ماہر تعلیم کی حیثیت سے بھی لکھیں۔ان کی بیشتر کتابیں نصاب کا حصہ بھی رہیں۔ عبد القادر سروری ہشت پہلوئی شخصیت کے مالک

تھے ۔ ان کے متعلق ادبیات اردو میں تحقیقی معیار کا کوئی قابل ذکر کام موجود نہیں۔لہذا یہ آرٹیکل ان کی خدمات کا ایک چھوٹا سا اعتراف ہے۔

کلیدی الفاظ: الفاظ: عبد القادر سروری ، جامعہ عثمانیہ، وحید الدین سلیم، مولوی عبد الحق، محی الدین قادری زور، زبیدہ کلثوم(صاحبزادی) ،حیدر آباد دکن، دبستانِ دکن، کشمیر میں فارسی ادب، کشمیر میں اردو، فارسی ادب،اردو مثنوی، لسانیات، علم زبان، افسانہ نگاری، جدید اردو شاعری، رسالہ ادبیات، رسالہ مکتبہ، کلیاتِ سراج، دیوانِ غالب، اردو کی ادبی تاریخ، مجلسِ اشاعت دکنی مخطوطات، ادارۂ ادبیاتِ اردو۔

پروفیسر عبد القادر سروری کے والد حاجی سرور خزانۂ عامرہ، حیدر آباد میں بہ حیثیت مناد قلیل مشاہرے (غالباً بارہ روپے) پر ملازم تھے۔ ان کے دادا حضرت محمد جعفر قبلہ ایک تارک الدنیا بزرگ تھے، جن کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سرور سلطان کشمیر سے تعلق رکھے تھے۔ ان کے اسلاف عرب سے کشمیر پھر دہلی آئے تھے۔ بعد میں ان کی اولاد عالمگیر کے عہد میں دکن چلی آئی۔ عالمگیر کے عہد سے اس خاندان کے افراد دکن ہی میں سکونت پذیر رہے۔

عبد القادر سروری خود بیان کرتے ہیں کہ:

> "میرے خاندان کے افراد کو فقر کے علاوہ دینی علوم اور عربی فارسی سے لگاؤ رہا۔"(۱)

عبد القادر سروری کی والدہ کا تعلق حیدر آباد کے دیہات سے تھا۔ والدہ خود تو پڑھی لکھی نہ تھیں لیکن مذہبی امور اور اشغال میں ان کو غلو کا درجہ حاصل تھا۔ وہ حیدر آباد کے مشہور پیر طریقت حضرت سید شاہ محمد عمر قبلہ سے بیعت تھیں۔ جن کے ایک مرید عبد القادر سروری کے دادا تھے۔ عبد القادر سروری کے والد نے دو شادیاں کی تھیں۔ عبد القادر سروری دوسری بیوی سے تھے۔ ۱۹/ اگست ۱۹۰۶ء کو پیدا ہوئے۔۔ فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولوی محمد جعفر سے حاصل کی۔ جو عربی و فارسی کے سربر آوردہ عالم تھے اور جامعہ نظامیہ میں شیخ الادب عربی کی خدمت عرصے سے ادا کر رہے تھے۔۔ قرآنی تعلیم مدرسہ مقبرہ زمان خان شہید میں حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ منصبداران میں داخل کیا گیا۔ انگریزی تعلیم مدرسہ مفید الانام میں شروع ہوئی۔ جہاں سے

مڈل کا امتحان درجہ اول میں کامیاب کیا۔ہائی اسکول کی تعلیم کے لئے سٹی ہائی اسکول میں داخل کیا گیا۔اور ۱۹۲۰ء میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے کلیہ جامعہ عثمانیہ میں داخلہ ہوا۔انٹر میڈیٹ، بی اے، ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے۔ایم۔اے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور آان کے ہم جماعت تھے۔صدر شعبہ اردو مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی (المتوفی:۱۹۲۸) تھے۔اسی سال مولوی وحید الدین سلیم نے بیماری کے باعث رخصت لی تھی اور ان کی جگہ مولوی عبد الحق صدر شعبہ اردو مقرر ہوئے تھے۔ سلیم صاحب جاتے ہوئے گزارش کر گئے تھے کہ عبد القادر سروری کو شعبے میں مدد گا ر پروفیسر مقرر کر دیا جائے۔چنانچہ عبد القادر سروری اسی سال جا معہ عثمانیہ میں مدد گار پروفیسر اردو کے عہدے پر فائز ہو گئے اور اس طرح ان کو مولوی عبد الحق کی ما تحتی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ عبد القادر سروری یہاں ۱۹۴۲ء تک رہے۔ ۱۹۴۲ء میں عبد القادر سروری کا میسور یونیورسٹی میں شعبہ اردو، فارسی و عربی کی صدارت اور پروفیسری کے لیے تقرر ہو گیا۔انھوں نے اپنے چھے سالہ قیامِ میسور میں اس یونیورسٹی میں ا ردو کی حیثیت کو مستحکم کرنے کے لیے بہت کام کیا۔ میسور یونی ور سٹی میں ایم۔اے کے درجے کھلوائے۔ جس سے شعبے کا کام وسیع تر ہو گیا۔اردو کے نصاب کے لیے کتابوں کی تیاری کروائی تاکہ معیار تعلیم بلند رہے۔۱۹۴۸ء میں جامعہ عثما نیہ میں صدرِ شعبہ کی نشست خالی تھی۔چنانچہ یہ عہدہ عبد القادر سروری کو پیش کیا گیا۔عبد القادر سروری واپس حیدر آباد آگئے۔تقریباً تیرہ برس صدرِ شعبہ رہے ا ور پھر خوش اسلوبی سے ۱۹۶۱ء میں سبکدوش ہو گئے۔سبکدوشی کے ایک سال بعد تک اعزازی طور پر یہیں صدرِ شعبہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔۱۹۶۲ء میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے تحقیقاتی کام کے لیے اعزازی نیشنل پروفیسر کے عہدے پر عبد القادر سروری کو مامور کیا۔ ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور کا سری نگر کشمیر میں انتقال ہو گیا، جہاں زور ۱۹۶۱ء سے ا ردو فارسی کے پوسٹ گریجویٹ کے شعبہ صدر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ان کے بعد، اس خدمت کے لیے سب سے زیادہ موزوں و مناسب عبد القادر سروری معلوم ہوئے۔اور یوں عبد القادر سروری ۱۹۶۳ء میں، سرینگر پہنچے۔اس دوران عبد القادر سروری،زو رکا علمی سرمایہ آگے لے کے چلے۔(۲) قیام کشمیر کے دوران، ان کی تین تخلیقات نہایت اہم ہیں جو انھوں نے سرزمین کشمیر کے ادبی حوالے سے لکھی تھیں، ا۔کشمیر کے دو ادیب بھائی(۱۹۶۵ء)، ۲۔کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ(۱۹۶۸ء)، ۳۔ریاستِ کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ، کشمیر میں اردو کے نام سے لکھی، جو کہ ۳ جلدوں میں ہے اور ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔مارچ ۱۹۷۱ء کو سری نگر میں دل کا دورہ پڑا جو مہلک ثابت ہوا۔ ۱۲؍ مارچ، قبل از نماز جمعہ جنازہ اٹھا اور ان کے مسکن جواہر نگر کے قریب ایک قبرستان میں انھیں سپردِ خاک کیا گیا۔[۳] عبد القادر سروری نے اپنی زندگی میں دو نکاح کیے تھے۔پہلا نکاح زمانہ طالب علمی میں کیا تھا(۱۹۲۶ء)، لیکن یہ بیگم ڈیڑھ سال بعد داغِ مفارقت دے گئیں اور ایک بچی چھوڑ گئیں۔زبیدہ کلثوم، ایم اے

عربی، جو ایم اے و نیستا مہاو دیالہ حیدر آباد میں عربی پڑھاتی تھیں، وہ عبد القادر سروری کی ہی صاجزادی تھیں۔ دوسرا نکاح، عبد القادر سروری نے کافی عرصے بعد کیا۔ ۱۹۳۲ء میں، ان سے عبد القادر سروری کے 3 لڑکے اور لڑکیاں یادگار ہیں۔(۴)

عبد القادر سروری کے مختلف عہدے:

۱۔ موسس رکن ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن
۲۔ موسسؔ رکن و اعزازی معتمد مجلس تحققیات اردو حیدر آباد دکن۔
۳۔ رکن اکیڈمک کونسل و سینٹ عثمانیہ و میسور و جموں و کشمیر یونی ورسٹی۔
۴۔ صدر مجلس نصاب عثمانیہ و میسور و جموں و کشمیر یونی ورسٹی۔
۵۔ رکن مجلس نصاب اردو جامعہ علی گڑھ، مدراس، و کرم و جبل پور۔
۶۔ رکن لینگوج ایکسپرٹس کمیٹی کانسٹیٹیوٹ اسمبلی ہند۔
۷۔ معتمد اعزازی انجمن اساتذہ اردو جامعات ہند۔
۸۔ صدر انجمنِ اساتذہ اردو جامعات ہند۔
۹۔ رکن مجلسِ مشاورت اردو ساہتیہ اکادمی ہند۔
۱۰۔ رکن مجلسِ ترجمہ اردو دستور ہند۔
۱۱۔ رکن مجلسِ مشاورت ''آجکل'' دہلی۔
۱۲۔ رکن مجلسِ مشاورت ''شیرازہ'' سری نگر۔(۵)

عبد القادر سروری کی ادبی جہات:

پروفیسر عبد القادر سروری نے کئی جہات، بالخصوص تحقیق کے حوالے سے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ ادب (نثر و نظم)، لسانیات، اصناف نیز جملہ و متعلقہ موضوعات پر کتابیں تحریر کی ہیں۔ آپ دبستان دکن کے ایک نمایاں اور مستند محقق بھی تھے اور مترجم بھی۔ قدیم و جدید رجحانات ادب پر ژرف نگاہی سے کام کیا۔ ذیل میں، ان کی تصانیف مندرج ہے۔

دنیائے افسانہ ۱۹۲۷ء، کردار اور افسانہ ۱۹۲۹ء، دنیا کے شاہکار افسانے ۱۹۳۰ء، حیدر آباد دکن کی تعلیمی ترقی (گزشتہ ربع صدی میں) ۱۹۳۴ء، رات کا بھولا اور دیگر افسانے (طبع زاد افسانے) ۱۹۴۲ء، زبان اور علم زبان ۱۹۵۸ء،

کشمیر کے دو ادیب دو بھائی ۱۹۶۵ء، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ ۱۹۶۸ء، اردو کی ادبی تاریخ ۱۹۷۰ء، کشمیر میں اردو (تین جلدیں) ۱۹۸۴، ۱۹۸۲ء۔ مجلہ مکتبہ۔۳۸۔۱۹۲۰ء، شامل ہیں۔

عبدالقادر سروری کی شاعری کے متفرق موضوعات پر لکھی گئی کتب درج ذیل ہیں۔

"جدید اردو شاعری"، (۱۹۳۲ء)، "اردو مثنوی کا ارتقاء" (۱۹۶۶ء)۔

مرتبات میں سَراج سخن ۱۹۳۵ء، قصہ بے نظیر از صنعتی ۱۹۳۸ء، پھول بن از ابن نشاطی ۱۹۳۸ء، مراۃ الاسرار (حضرت شاہ محمد صدر الدین) ۱۹۴۴ء، دیوانِ غالب، ۱۹۶۰ء، بوستانِ خیال ۱۹۶۹ء، کلیاتِ سَراج ۱۹۸۲ء، انتخاب ظفر (سال نامعلوم)، شامل ہیں۔

رسالہ ادبیات؛ غالب نمبر (شمارہ نمبر ۰۰۳:۱۹۶۹ء) اور فہرست اردو مخطوطات، کتب خانہ جامعہ ملیہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن۔(۶)

ان علمی کارناموں کے مجموعی جائزے کے بعد عبدالقادر سروری کے علمی آثار کا مفصل جائزہ لینا ناگزیر ہے۔ عبدالقادر سروری کی عمر کا بیشتر حصہ حیدرآباد دکن میں گزرا۔ دکن، اردو ادبیات میں پہلے بھی مرکزیت کا حامل سمجھا جاتا تھا اور مغلیہ سلطنت کے سقوط کے بعد بھی اس کی اہمیت برقرار رہی۔ بالخصوص یہاں کی آصف جاہیہ سلطنت کے حسنِ انتظام اور ادب پرور مزاج کے سبب بیسویں صدی کے نصف اول تک دکن کی علمی اور ادبی حیثیت برقرار رہی۔ جدید علومِ مغربی کے تراجم اور ادب میں نئی اصناف اور نئی جہات کو دکن کی وسیع جولان گاہ نے خوش آمدید کہا۔

سلیم پانی پتی اور مولوی عبدالحق بابائے اردو جیسی شخصیات نے عبدالقادر سروری کی اس میدان میں خوب رہنمائی کی اور حیدرآباد کا ادبی سجادہ ان کے حوالے کیا۔ عبدالقادر سروری کی ادبی جہات میں تحقیق، ترجمہ، تدوینِ متون خاص طور پر شامل ہیں۔

فن افسانہ نگاری کے حوالے سے عبدالقادر سروری کی چار کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ "دنیائے افسانہ"، "کردار اور افسانہ"، "دنیا کے شاہکار افسانے" اور "رات کا بھولا اور دیگر افسانے"۔ دنیائے افسانہ اور کردار اور افسانہ جو کہ بالترتیب ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئیں۔ یہ دونوں ان کی اولین تصانیف میں سے ہیں۔ ان میں عبدالقادر سروری نے فن افسانہ نگاری کی تکنیک، اجزاءِ افسانہ، موضوعات اور اس صنف کے مہتم بالشان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ دنیائے افسانہ میں، قدیم و جدید افسانہ نگاری کے جائزے کے ساتھ ساتھ افسانے کے اجزاء و عناصر کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے۔ دنیائے افسانہ، بیس ابواب پر منقسم ہے۔ نیز افسانے اور معاشرے کے باہمی تعلق کو بھی اس کتاب میں بالتوضیح بیان کیا ہے۔

دنیائے افسانہ کی دوسری اشاعت کے دیباچے میں عبدالقادر سروری رقمطراز ہیں کہ۔

دو سال پہلے جب اس کتاب کے تمام نسخے ختم ہوگئے اور مانگ برابر جاری رہی۔ نیز کارکنان مکتبہ ابراہیمیہ کو اس کتاب کے جامعہ میسور کے نصاب جماعت انٹر میڈیٹ میں شریک ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کی دوسری اشاعت کا انتظام کیا۔ لیکن اس میں مجھے چند ترمیمیں ضروری معلوم ہو رہی تھیں ... یہ دو حصّوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ دوسرے (حصے) میں جدید لسانی اور ادبی تحقیقات کے مطابق بعض اہم افسانے ضروری تھے ان کی تکمیل کر دی گئی ہے۔[۷]

فن افسانہ نگاری کی پوری تاریخ، ماضی، حال اور مستقبل (ممکنات) کو عبدالقادر سروری نے اس کتاب میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ان کی کتاب کردار اور افسانہ ہے، جو ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ جس میں انھوں نے "اشخاصِ قصہ" کا دائرہ عمل، اس کی بُنت اور اس کی ذمہ داریاں بیان کی ہیں۔ یہ کتاب ایک افسانہ نگار کے لیے گائیڈ لائن ہے۔ کتاب میں کردار کی تفہیم کے لیے بطورِ مثال چند مشہور کرداروں کا تذکرہ بھی پیش کیا ہے۔ متذکرہ بالا دونوں کتابیں عبد القادر سروری کے اس فکری تعمق کا اظہار کرتی ہیں جو ایک ادیب کے لیے ناگزیر ہے۔ ادب کے ادبی زاویوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے تکنیکی، تاریخی اور سماجی اعتبار سے بھی افسانہ نگاری کی جہتیں متعین کی ہیں۔ اس کتاب کو عبد القادر سروری "دنیائے افسانہ" کا تتمہ خیال کرتے ہیں۔[۸]

"دنیائے افسانہ" اور "کردار اور افسانہ" کے بعد عبد القادر سروری نے فنِ افسانہ نگاری کو عملی طور پر پیش کیا ۔ تراجم کی صورت میں اور طبع زاد افسانوں کی شکل میں۔ "دنیا کے شاہکار افسانے" جو ۱۹۲۹ء میں منظر عام پر آئے۔ اس کتاب میں عبد القادر سروری اور ان کے دیگر رفقاء نے دیگر زبانوں کے افسانے اردو میں ترجمہ کیے۔ یہ ۱۴ جلدوں پر مشتمل افسانوں کا ترجمہ۔ ہے جس میں مختلف زبانوں کے افسانے شامل ہیں۔ اس قدم سے اردو افسانہ نگاری کا میدان وسیع ہوا، اور مختلف تہذیبوں اور نفسیاتی رویوں سے آگاہی حاصل ہوئی۔ ان افسانوں میں چینی، مغربی، فرانسیسی و دیگر زبانوں کی کہانیاں شامل ہیں۔ جس سے اردو افسانہ نگاری کا دائرہ کار مختلف تہذیبوں اور متفرق طرزِ فکر سے واقف ہوا۔

افسانہ نگاری کے حوالے سے عبد القادر سروری نے جو اہم ترین خدمت پیش کی ہے وہ ان کے طبع زاد افسانے ہیں۔ جن کی تعداد گیارہ ہے۔ اس مجموعے کا نام "رات کا بھولا اور دیگر افسانے" ہے۔ عبد القادر سروری نے ان افسانوں میں شعوری کوشش کے ذریعے اپنی ماقبل تصانیف کا عملی نچوڑ پیش کیا ہے تاکہ فنِ افسانہ کے تکنیکی اصولوں کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کا عملی مظاہرہ بھی دیکھ لیا جائے۔ یہ قصے متفرق زمانوں میں لکھے گئے ہیں، اور ادبی

رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ان قصوں میں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تمثیلاً گفتگو کی گئی ہے۔ ان کے افسانوں کا رنگ منفرد ہے۔ جس میں فرد کی نفسیات کا اچھوتا اظہار ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

> شاید مردوں کو عورت کی زبان سے یہ سننے میں لطف آتا ہے کہ "میں تم سے محبت کرتی ہوں"۔ حالانکہ محبت بہت کم ہوتی ہے۔ انس تو ساتھ رہتے رہتے جانور سے بھی ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بھی غالباً مردوں کے تعلق خاطر کا سوال ہے کہ کسی نہ کسی پیرایہ میں یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خدانخواستہ وہ مر جائیں تو عورت کیا کرے گی؟. میں سمجھتی ہوں کہ اس کے کسی اور شخص سے وابستہ ہونے کے خیال سے بھی انہیں روحانی تکلیف ہوتی ہے. اور سچ پوچھو تو دوسری چیز پہلی کا نتیجہ ہے .یعنی وہ عورت کی دل کو ٹٹولنا چاہتے ہیں کہ کیا اوسے، ان سے اتنی محبت ہے کہ خدانخواستہ وہ مر جائے تو وہ ان کے سوگ میں عمر بھر بیٹھی رہے گی یہ ایک فطری جذبہ ہے۔[۹]

ان کے افسانے سماج اور نفسیات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کی جہتیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جیسے افسانہ "خان صاحب"، "صداقت نامہ شناخت" وغیرہ۔ اس طرح سے عبدالقادر سروری ان ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اظہارِ فن کے لیے مشرق اور مغرب دونوں قسم کے ادب، تہذیب اور رجحانات کا مطالعہ نہ صرف از خود کیا ہے بلکہ اس کو بڑی چابک دستی کے ساتھ پیش بھی کیا ہے۔

عبدالقادر سروری کی ایک اہم تصنیف "زبان اور علم زبان" ہے۔ جس میں انھوں نے اردو زبان کا سائنسی مطالعہ پیش کیا ہے۔ یہ "علمِ لسانیات" کی کتاب ہے۔ جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی جس میں انھوں نے دیگر زبانوں کا بالعموم اور السنۂ ہند کا بالخصوص سائنسی بنیادوں پر تجزیہ پیش کیا ہے۔ کتاب کے کُل اٹھارہ باب ہیں۔ اس کتاب میں صَرف، نحَو، قواعد، صوتیات، معنیات نیز تحریر، رسم الخط اور فنِ تصویر سازی پر گفتگو کی ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر صاحب کی کتاب "اردو زبان کیا ہے؟" اور عبدالقادر سروری کی کتاب ایک دوسرے سے کافی مماثل ہیں۔ سلیم اختر صاحب نے کم و بیش وہی مضامین اور وہی طرز ادا اختیار کی ہے جو عبدالقادر سروری کی کتاب میں ہے۔ عبدالقادر سروری کی کتاب جامعات میں نصاب کا حصہ رہی ہے۔ عبدالقادر سروری کا کہنا ہے کہ "زبان اور علم زبان" سے قبل باقاعدہ اور باضابطہ کوئی کتاب اس وقت تک (اشاعت تک) موجود نہ تھی جو کہ بالخصوص متعلمین کے لیے ہو۔[۱۰]

عبدالقادر سروری کی ایک اور اہم کتاب ان کی " اردو کی ادبی تاریخ" ہے جو کہ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب مروجہ تاریخِ ادب نہیں ہے۔ بلکہ اس میں سیاست، تہذیب، تاریخ اور جغرافیائی تغیر و تبدل کے پس منظر میں

ان محرکات کا بیان کیا ہے جو ادبی میلانات اور سماجی رجحانات کی تعیین کرتے ہیں۔ گویا ایک ادیب کی فکر پر سیاسی اور سماجی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ نو آبادیات کی طرف نشاندہی کرتا ہے گو کہ اس کتاب میں بالتصریح اس امر کا **کہیں** بیان موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ بات بھی "اظہر مِنَ الشّمس" ہے کہ ہند کی زمین نے ہمیشہ باہر سے آنے والوں کا استقبال کیا ہے۔ جیسے دراوڑی، آریا سماج، عیسائی تعلیمات کی تبلیغ، ہندی مذہب کا پرچار، بعد ازاں عرب تجار کی آمد، پھر ترک حکمران اور آخر میں یورپی اقوام کے آنے سے اردو زبان و ادب پر کیا اثرات مرتب ہوئے، یہ سوال پوری کتاب میں قدم بہ قدم چلتا ہے۔

نو آبادیات جس کے لیے انگریزی میں اصطلاح کالونیلزم استعمال ہوتی ہے۔ اس کی تعریف یوں بیان کی جاتی ہے کہ:

> "Control by one country over another area and its people."(۱۱)

عبدالقادر سروری نے مغربی نو آبادیات سے ما قبل اور مابعد دونوں کا ادبی منظر نامہ اس کتاب میں بیان کیا ہے ۔ نیز مغربی نو آباد کار کے اثرات کا سیاسی اور سماجی رجحان اور بالخصوص ادب کے فنی اور فکری زاویوں پر اس کے اثرات کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ مغربی نو آباد کار کے آنے سے مشرقی قدیم روایت کا خاتمہ ہوا۔ یہاں کی ثقافت، سماج، روایت حتّٰی کہ ان کی فکری اساس بھی تبدیلی کا شکار ہو گئی۔ سیاسی طرز بدلا تو عوام کی بھی زندگی بدلی۔ نیز ادبی لحاظ سے بھی نت نئے رجحانات فن و فکر میں در آئے۔ عبد القادر سروری نے ان تمام حالات کو ایک ماہر نباض کی طرح تاریخی تناظر میں بیان کیا ہے۔ عبد القادر سرور ی نے نہ صرف خود ہی نمونہ پیش کیا بلکہ وہ متاخرین سے بھی یہی التماس کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

> آئندہ ادبی تاریخ لکھنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ادبی مظاہر کو سیاسی، سماجی، معاشی اور فنی ماحول میں پیش کرنے کی کوشش کرے۔ ہماری سیاسی تاریخ تو مدون ہے۔ لیکن معاشی، سماجی اور فنی تاریخ اتنی مرتب نہیں ہے... یہ مروجہ نوعیت کی تفصیلی تاریخ ادب نہیں ہے۔ اس میں رجحانات اور محرکات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہی ادب کی مزاج کو بناتے ہیں۔ اور خود ادیبوں اور شاعروں کی ذہنی ساخت کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔۔۔ اردو کی ادبی تاریخ کی یہ مختصر سی اور اولین کوشش ہے۔۔۔ آئندہ کی وسیع ادبی تاریخ کا تخم ثابت ہو سکے تو میں اس سعی کو ممنون سمجھوں گا۔(۱۲)

قیام کشمیر میں انھوں نے "کشمیر کی دو ادیب دو بھائی"، "کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ" اور "کشمیر میں اردو

''، جیسی نابغہ روز گار کتابیں لکھیں۔ ''کشمیر کے دو ادیب دو بھائی''، ۱۹۶۵ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں انھوں نے دو کشمیری پنڈت بھائی، پنڈت ہر گوپال کول خستہؔ اور پنڈت سال گرام کول سالکؔ کے سوانح لکھے۔ اس کتاب کی تکمیل کے لیے عبد القادر سروری نے ادق حالات کا سامنا کیا۔ کتاب میں دونوں کے خاندان، نسب اور حالات کا بیان ہے۔ نیز سالکؔ کا کلام بھی آخر میں مندرج ہے۔

عبد القادر سروری کی کتاب، کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ ۱۹۶۸ء بھی اہمیت کے حامل ہے. فارسی زبان کا کشمیر میں کیا منظر نامہ تھا؟، ابتداء تا موجودہ حالات (اشاعت تک کے حالات) عبد القادر سروری نے قلم بند کیے ہیں۔ سیاسی اور علاقائی حالات کے ساتھ ساتھ ادباء اور شعراء کے رجحانات مع نمونۂ تحریر کے مذکور ہیں۔ نیز عصر حاضر (اشاعت تک) میں ہونے والے فارسی ادب پر تحقیقی کاموں کا بھی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔

تیسری کتاب کشمیر میں اردو (تین جلدیں)، (۱۹۸۴،۱۹۸۲ء) ہے۔ یہ کتاب عبد القادر سروری کی آخری تصنیف ہے۔ جس میں انھوں نے کشمیر میں موجود زبانوں کا خاکہ پیش کیا ہے۔ یہاں اول اول سنسکرت رائج العمل تھی۔ جس کی فارسی نے اور بعد ازاں اردو نے جگہ لے لی۔ یہ کتاب کشمیر کی سیاسی اور لسانی تہذیب کی تاریخ ہے۔ یہ ایک لسانی معرکے کی دستاویز ہے۔ جس کے ذریعے ہم اردو کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ لگاتے ہیں۔

قیامِ کشمیر کی ان تینوں کتابوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عبد القادر سروری نے ایک طرف پوسٹ گریجویٹ کے لیے نصاب اور معاون نصاب کتب کی تیاری کے لیے سعی وجہد سے کام لیا۔ دوسری جانب یہاں پر ان کی شخصیت میں ہمیں ایک ایسے انسان کی جھلک نظر آتی ہے جو قدیم و جدید روایتِ ادب کو جمع کرنے کا شدت سے خواہاں نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے جغرافیائی اہمیت، لسانی اہمیت نیز تاریخی شواہد کو رجحانات کے تناظر میں بخوبی بیان کیا ہے اور ان کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

جدید اردو شاعری عبد القادر سروری کی اہم ترین تصانیف میں سے ایک ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کا سنۂ اشاعت ۱۹۳۲ء ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ ماہیتِ شعر کے حوالے سے ہے۔ دوسرا حصہ ان عوامل و عناصر کے حوالے سے ہے جن کے سبب قدیم مشرقی شاعری زوال کا شکار ہوئی اور جدید اردو شاعری کے لیے راہ ہموار ہوئی۔ اور تیسرا حصہ ان معماروں (شعراء) کے نام ہے جنھوں نے جدید اردو شاعری کی بنیاد رکھی۔ یہ کتاب تنقید، تاریخ اور تجزیہ کا مجموعہ ہے۔ اس نوع اور اس موضوع پر یہ اولین کتاب ہے۔ بیسویں صدی کے شعری منظر نامے کو مع اس کے عوامل کے عبد القادر سروری اپنی ناقدانہ نظر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد کئی اور کتابیں اس موضوع کی اور دیگر مصنفین نے لکھیں، جن میں بالخصوص عزیز حامد مدنی کی جدید اردو شاعری عبد القادر سروری کے تتبع میں لکھی گئی۔

اس کتاب کے متعلق مولوی عبد الحق صاحب کی رائے ہے کہ:

”اس کتاب کی ابتدا میں انھوں نے جدید شاعری کے اسباب و محرکات اور اس کے بانیوں اور حامیوں کے کلام پر بہت خوبی اور جامعیت کے ساتھ تبصرہ کیا ہے۔ اور اس کے بعد شعرائے حال کا تذکرہ اور ان کے کلام کی تنقید ہر ایک کے درجے اور حیثیت کے مطابق بہت سلیقے سے کی ہے۔ وہ کہیں اپنے موضوع سے نہیں ہٹتے اور اپنی حدود سے کہیں تجاوز نہیں کرتے۔ ممکن ہے کہ کسی کی تعریف انھوں نے استحقاق سے زیادہ کی ہو لیکن کسی کے حق میں نا انصافی نہیں کی۔ آخر میں انھوں نے شعرائے مستقبل پر ایک نظر ڈالی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مدت سے اس کے لیے مسالا اکٹھا کر رہے تھے۔ کوئی کتاب، یا رسالہ یا اخبار ان کی نظر سے نہیں بچا۔ اور جو بات کام کی جہاں سے ملی اپنی کتاب کے لیے سینت کے رکھ لی۔ انھوں نے اپنا مسالا ایک چیونٹی کی طرح ریزہ ریزہ جمع کیا۔ اور ایک ہوشیار معمار کی طرح اس مال مسالے سے خوشنما عمارت بنالی۔۔۔مُردوں کے متعلق مؤلف نے دل کھول کر رائے دی ہے۔ اور مخالف، موافق جو رائے بھی قائم کی ہے۔ اسے صفائی اور بے باکی سے ظاہر کر دیا ہے۔ لیکن زندوں کے متعلق احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ ان میں سے ابھی بہت سے جوان ہیں۔ اور نامعلوم آئندہ ان کے کیا کیا جوہر کھلتے ہیں۔۔۔ اردو کی جدید شاعری پر اس وسعت اور انضباط کے ساتھ کوئی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔۔۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ سروری صاحب نے آنے والوں کی بہت سی محنت کو بچا دیا ہے۔ اور آئندہ جب کوئی اس مضمون پر قلم اٹھائے گا تو یہ کتاب ضرور اس کے کام آئے گی۔“(۱۳)

عبد القادر سروری کی شاعری کے حوالے سے ایک اور اہم ترین تصنیف ان کی "اردو مثنوی کا ارتقاء" ہے جو ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی. یہ کتاب دراصل عبد القادر سروری کی مرتبہ کتاب "مثنوی پھول بن، از ابن نشاطی "۱۹۳۸ء کا مقدمۂ طویل ہے۔ جسے بعد میں علیحدہ سے کتابی شکل دے کر شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں کُل دس فصلیں ہیں۔ جن میں مثنوی کی روایت کا بیان ہے۔ اول اس کی ماہیت و اہمیت جملہ اصنافِ شاعری میں بیان کی ہے۔ پھر حالی کے قول" تمام اصناف میں سب سے بہ کار آمد یہی مثنوی ہے"، کی روشنی میں مثنوی کی اہمیت کا بیان ہے۔ عبد القادر سروری

نے اردو مثنوی کی روایت کو تاریخ، رجحان، سیاست اور مذہب کی ترویج و اشاعت کے لیے بہترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور اس کی دلیل میں قدیم مثنوی کی نمونے بھی پیش کیے ہیں۔ جہاں دکن کی مثنویاں، دہلی کی مثنویاں، متصوفانہ مثنویاں، طویل مثنویاں، گولکنڈہ اور بے جاپور کی مثنویاں اور ان کا مذاق، اور پھر انجمن پنجاب کے تحت فطری مثنویاں اور موضوعاتی مثنوی نگاری کی شعوری کوششیں، سب اس ضمن میں انھوں نے بیان کی ہیں۔ انھوں نے اخلاقی، مذہبی، عاشقانہ غرض ہر فکر و فن کی مثنوی مع نقد و نمونے کے پیش کی ہیں۔ کتاب کی ابتداء میں عبدالقادر سروری نے وہ تکنیکی عوامل بھی بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے مثنوی کا وجود، موجود تھا۔ اور اب کیوں نہیں ہے۔ طویل شعری معرکے کی یہ ایک عظیم روایت ہے، جو عبدالقادر سروری نے یکجا کر دی ہے۔ اپنی دیگر تصانیف کی طرح انھوں نے اس تصنیف کو بھی فن و فکر کے ساتھ ساتھ سماجی اور سیاسی عوامل کے "عدسے" سے دیکھا ہے اور پرکھا ہے اور متعلمین کے لیے بیان کیا ہے۔

عبدالقادر سروری نے جہاں دیگر اصنافِ ادب پر اپنی کتابیں تحریر کی ہیں۔ وہیں انھوں نے قدیم ادب کو مرتب اور مدون بھی کیا ہے۔ یہ اردو ادب کی وہ ناقابلِ فراموش خدمت ہے جو عبدالقادر سروری نے انجام دی ہے۔ ان مرتبات میں اول الذکر "سراج سخن" یا "سراج کی حیات، تصنیفات اور شاعری" ہے۔ جو ۱۹۳۵ء میں مرتب کی۔ اس میں عبدالقادر سروری نے سراج اورنگ آبادی کے سوانح اور کلام کو جمع کیا ہے۔ اور متاخرین کے لیے سہولت کا سامان بہم فراہم کیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں عبدالقادر سروری نے سراج اور ان کے معاصرین کے کلام کا تقابل بھی پیش کیا ہے۔ اس مرتبہ میں عبدالقادر سروری کی ناقدانہ صلاحیتوں کا بھی بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

عبدالقادر سروری نے اردو کی غنائی شاعری کی منفرد آواز سراج اورنگ آبادی کے حالات، زندگی، عہد، جملہ اصناف ادب و دیگر پر ایک مکمل دستاویز مرتب کی ہے، جو کلیاتِ سراج ۱۹۸۲ء کے نام سے موجود ہے۔ سراج کی بابت بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے۔ جن میں سے اکثر مسموعات (سنی سنائی باتیں) ہیں. عبدالقادر سروری نے ایک غیر جانبدار محقق کی طرح ان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے. گو کہ کچھ کی سند کا بھی فقدان ہے. البتہ داخلی شہادتیں جہاں جہاں میسر آئیں، ان کو مقدم رکھا ہے۔ بعد ازاں "قصہ بے نظیر از صنعتی"، مثنوی پھول بن از ابن نشاطی"، " مثنوی مراۃ الاسرار (حضرت شاہ محمد صدر الدین)" اور "مثنوی بوستان خیال از سراج"، ان تمام مثنویوں کو عبدالقادر سروری نے کماحقہ مرتب کیا ہے۔ ان مرتبات میں اول مصنف کے احوال، پھر مثنوی کا خلاصہ و تجزیہ اور آخر میں مثنوی کو رقم کیا ہے۔

دیوانِ غالب اور انتخابِ ظفر، دو عظیم شعراء کے منتخب کلام کو مرتب کیا ہے۔ انتخابِ ظفر میں آخری مغل فرمانروا بہادر شاہ ظفر کے منتخب کلام کو بہ اعتبار ردیف کے مرتب کیا ہے۔ اس کا سنہ اشاعت نامعلوم ہے۔

عبد القادر سروری ایک بہترین استاد بھی تھے اور ایک ماہر تعلیم بھی تھے۔ یہ عبد القادر سروری کی شخصیت کی ایک اور عظیم جہت ہے۔ چنانچہ ان کی کتاب "حیدر آباد دکن کی تعلیمی ترقی (گزشتہ ربع صدی میں)" ہے۔جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حیدرآباد دکن کے قدیم اور جدید طرز تعلیم کا مفصل بیان ہے۔ کتاب کے آٹھ ابواب ہیں۔ جن میں عبد القادر سروری نے "معلم مرکز" طریقۂ تعلیم کا بیان کیا ہے. جو بہمنی سلطنت سے لے کر آصف جاہیہ سلطنت کے عہد تک نافذ العمل تھا۔ بعد ازاں، انیسویں اور بیسویں صدی میں یورپی اقوام کے وُرود کے بعد یہاں جدید طرز تعلیم کا نفاذ ہوگیا۔ اس ضمن میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا جس میں دیگر شعبہ جات کے ساتھ دارالتراجم کا بھی سلسلہ شروع ہوا۔

عبد القادر سروری نے اپنی حیات میں مختلف رسالوں کی ادارت بھی کی ہے جن میں "مدیر رسالہ" خاص طور پر قابل ذکر ہے جو ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۸ء تک جاری رہا۔ عبد القادر سروری نے اس کی ادارت کی۔ یہ ادبی رسالہ تھا۔ جس میں معلمین اور متعلمین دونوں ہی ادبی و تحقیقی مضامین لکھتے تھے۔ رسالہ "ادبیات" (پوسٹ گریجویٹ شعبہ اردو، کشمیر یونیورسٹی کا ترجمان)، شمارہ نمبر ۰۰۳، غالب نمبر۔ یہ رسالہ غالب کی صد سالہ برسی کی تقریب کے موقع پر پیش کیا گیا۔ اس شمارے میں آئمہ اردو کے مضامین ہیں۔ عبد القادر سروری نے اس کو مرتب کیا اور ان کے بھی اس میں پانچ مضامین شامل ہیں۔[۱۴]

عبد القادر سروری کا ایک اور علمی کارنامہ، "فہرست اردو مخطوطات" کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد ہے۔ اس کا سنۂ اشاعت ۱۹۲۹ء ہے۔ یہ علمی دستاویزات کی فہرست ہے، جو حیدرآباد دکن کے مشاہیر علماء و ادباء کے لکھے گئے مخطوطات پر مشتمل ہے۔ یہ عبد القادر سروری کی اولین کوشش ہے۔ اس سے قبل اردو میں ایسے نمونے شاذ ہیں۔ ان فہرستوں کا مقصد سابقہ ریکارڈ محفوظ کرنا اور نئے محققین کے لیے مدد فراہم کرنا ہوتا ہے۔ عبد القادر سروری کی اس خدمت کو مولوی عبد الحق صاحب نے خوب سراہا تھا۔[۱۵]

پروفیسر عبد القادر سروری کی تمام تصانیف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے سامنے کئی اہم مقاصد تھے جن میں سر فہرست، قدیم ادب کا احاطہ کرنا اور اس کو جدید ادب کے ساتھ آمیز کرنا۔ نیز اس روایت اور امانت کو پوری احتیاط کے ساتھ آگے منتقل کرنا۔ ان کی تصانیف کا ایک اور اہم ترین پہلو متعلمین کی رہنمائی کرنا ہے۔ وہ اپنی متعدد کتابوں کے دیباچوں میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں۔ "جدید اردو شاعری" اور "دنیائے افسانہ" خاص طور پر متعلمین کے لیے لکھیں تھیں۔ اس مقصد کی وجہ سے ان کی کتنی ہی کتابیں حیدرآباد کی تعلیمی اداروں میں شاملِ نصاب رہیں۔

ان کی کتابوں، تصانیف اور مرتبات کا بنیادی محرک وہ اجتماعی یادداشت (تاریخ) کا احاطہ کرنا ہے، جس میں

سماج، سیاست، زمینی حقائق اور مذاقِ زمانہ، عوام وخواص کے فن و فکر، ادب میں جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں "تاریخ ادب اردو"، "کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ"، "کشمیر کی دو ادیب دو بھائی" اور "کشمیر میں اردو" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ وہ ادب کی جدا گانا اور انفرادی شان کے قائل ضرور ہیں۔ البتہ ادب کو متذکرہ بالا عوامل سے علیحدہ ہر گز تصور نہیں کرتے۔ وہ متاخرین کو بھی وصیت کرتے ہیں کہ ادب کا منظر نامہ اجتماعی، انفرادی، سیاسی اور سماجی عوامل و عناصر کے بغیر ادھورا اور نامکمل ہے۔ لہٰذا ادبیات پر گفتگو کرتے ہوئے ان سے اعراض نہیں کیا جاسکتا۔

عبدالقادر سروری قدیم وجدید ادب کے امتزاج کے حامی تھے۔ وہ مشرقی روایت کے ساتھ ساتھ جدید مغربی افکار اور جدید اصناف کے اپنانے کے بھی قائل تھے۔ اس ضمن میں ان کی فن افسانہ نگاری اور مثنوی کی روایت پر لکھی گئی کتابیں قابل ذکر ہیں۔ عبد القادر سروری کی انہی بے مثل خدمات کی وجہ سے ان کو "رابطِ ادب" اور "واصلِ قدیم وجدید تہذیب" کہنا بے جا نہ ہو گا۔

حواشی

۱۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، جلد ۲، (دہلی: جے کے آفسیٹ پرنٹرس، ۱۹۸۲ء)، ص:۵

۲۔ محمد طفیل، عبدالقادر سروری مشمولہ نقوش، شمارہ جون ۱۹۶۴ء، آپ بیتی نمبر، ادارۂ فروغ اردو، لاہور، ص ۱۱۳۹

۳۔ عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، جلد ۲، ص ۱۸

۴۔ مالک رام، تذکرۂ معاصرین، (دلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۲ء)، ص ۳۱۴۔۳۱۶

۵۔ محمد طفیل، عبدالقادر سروری مشمولہ نقوش، ص ۱۱۴۰

۶۔ https://www.rekhta.org/ebooks/detail/fehrist-urdu-makhtutat-ebooks

۷۔ عبدالقادر سروری، دیباچہ مشمولہ دنیائے افسانہ، (حیدرآباد: مکتبۂ ابراہیمیہ امداد باہمی، ۱۹۳۵ء) ص ۲، اشاعتِ دوم

۸۔ کردار اور افسانہ، (حیدرآباد: مکتبہ ابراہیمیہ، ۱۹۲۹ء)، ص ۵۶,

۹۔ رات کا بھولا اور دیگر افسانے، (حیدرآباد دکن: سب رس کتاب گھر، ادارہ ادبیات اردو، ۱۹۴۲ء)، ص ۱۴

۱۰۔ دیباچہ مشمولہ زبان اور علم زبان، (حیدر آباد دکن، مجلسِ تحقیقاتِ اردو، ۱۹۷۰ء) ص ۴، اشاعتِ دوم

۱۱۔ Colonialism، دیکھیے: https://www.britannica.com/dictionary/colonialism#:~:text=Britannica%20Dictionary%20definition%20of%20COLONIALISM,another%20area%20and%20its%20people

۱۲۔ عبدالقادر سروری، اردو کی ادبی تاریخ، (سری نگر: شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب، ۱۹۷۰ء) ص:۷۔۸ (دیباچہ) اشاعت دوم

۱۳۔ مولوی عبدالحق، تقریظ مشمولہ جدید اردو شاعری، از عبدالقادر سروری، (حیدرآباد دکن: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۲ء)، ص

۱۲۳،

۱۴۔ https://www.rekhta.org/ebooks/detail/adabiyat-jammu-and-kashmir-shumara-number-000-abdul-qadir-sarwari-magazines

۱۵۔ ایضاً

مآخذ

۱۔ رام،مالک،تذکرۂ معاصرین،دلی:مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،۱۹۷۲ء
۲۔ سروری،عبدالقادر، کشمیر میں اردو، جلد ۲،دہلی: جے کے آفسیٹ پرنٹرس،۱۹۸۲ء
۳۔ ____،دیباچہ مشمولہ دنیائے افسانہ،حیدرآباد:مکتبۂ ابراہیمیہ امدادِ باہمی،۱۹۳۵ء،اشاعتِ دوم
۴۔ ____، کردار اور افسانہ،حیدرآباد:مکتبہ ابراہیمیہ،۱۹۲۹ء
۵۔ ____،رات کا بھولا اور دیگر افسانے ،حیدرآباد دکن:سب رس کتاب گھر،ادارہ ادبیات اردو،۱۹۴۲ء
۶۔ ____،دیباچہ مشمولہ زبان اور علم زبان،حیدر آباد دکن، مجلسِ تحقیقاتِ اردو،۱۹۷۰ء،اشاعتِ دوم
۷۔ ____،اردو کی ادبی تاریخ،سری نگر: شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب،۱۹۷۰ء،اشاعت دوم
۸۔ عبدالحق،مولوی،تقریظ مشمولہ جدید اردو شاعری،از عبدالقادر سروری،حیدرآباد دکن:انجمن ترقی اردو ہند،۱۹۳۲ء

اخبار اور رسائل:

۱۔ نقوش،شمارہ جون ۱۹۶۴ء،آپ بیتی نمبر،ادارۂ فروغ اردو،لاہور

برقی مآخذ

1. https://www.rekhta.org
2. https://www.britannica.com
3. https://www.rekhta.org

Refrences:

1. Abdul Qadir Sarwari, *Kashmir main Urdu*, (Delhi: J. K. Offset Printers,1982), p.5
2. Muhammad Tufail, *Abdul Qadir Sarwari* in *Nuqoosh*, June 1964, *Aap Beeti Number*, (Lahore: Idara-e-Frogh-e-Urdu, June 1964), p.1139
3. Abdul Qadir Sarwari, *Kashmir main Urdu*, p.18
4. Malik Ram, *Tazkira-e-muasireen*, (Delhi: Maktaba-e-Jamia limited, 1972), p.314-316
5. Muhammad Tufail, *Abdul Qadir Sarwari* in *Nuqoosh*, June 1964, *Aap Beeti Number*, p. 1140

6. https://www.rekhta.org/ebooks/detail/fehrist-urdu-makhtutat-ebooks
Abdul Qadir Sarwari, *Duniya-e-Afsana*, (Hyderabad: Maktaba-e-Ibrahimia Imdad-e-Bahami, 1935), p. 2
7. Abdul Qadir Sarwari, *Kirdar aur Afsana*, (Hyderabad: Maktaba Ibrahimiya, 1929), p-2
8. Abdul Qadir Sarwari, *Raat ka Bhoola aur Deegar Afsane*, (Hyderabad: Sab Ras Kitab Ghar, 1942), p. 14
9. Abdul Qadir Sarwari, *Zaban aur Ilm-e-Zaban*, (Hyderabad: Majlis-e-Tahqeeqat-e-Urdu, 1970), p. 4
10. https://www.rekhta.org/authors/abdul-qadir-sarwari/ebooks?ref=web&filter=book-editors
11. Abdul Qadir Sarwari, *Urdu ki Adabi Tareekh*, (Sirinagar: Shaikh Mohammad Usman & Sons Tajiran-e-Kutub, 1970), p. 7-8.
12. Abdul Qadir Sarwari, *Jadeed Urdu Shayeri*, (Hyderabad: Anjuman Taraqqi Urdu Hind, 1932), p.7-8
13. https://www.britannica.com/dictionary/colonialism#:~:text=Britannica%20Dictionary%20definition%20of%20COLONIALISM,another%20area%20and%20its%20people
14. Ibid

Bibliography:

1. Ram, Malik, *Tazkira-e-muasireen*, Delhi: Maktaba-e-Jamia limited, 1972
2. Sarwari, Abdul Qadir, *Kashmir main Urdu*, Delhi: J. K. Offset Printers,1982
3. ____, *Duniya-e-Afsana*, (Hyderabad: Maktaba-e-Ibrahimia Imdad-e-Bahami, 1935), p. 2
4. ____, *Kirdar aur Afsana*, Hyderabad: Maktaba Ibrahimiya, 1929
5. ____, *Raat ka Bhoola aur Deegar Afsane*, Hyderabad: Sab Ras Kitab Ghar, 1942
6. ____, *Zaban aur Ilm-e-Zaban*, Hyderabad: Majlis-e-Tahqeeqat-e-Urdu, 1970
7. ____, *Urdu ki Adabi Tareekh*, Sirinagar: Shaikh Mohammad Usman & Sons Tajiran-e-Kutub, 1970
8. ____, Abdul Qadir Sarwari, *Jadeed Urdu Shayeri*, Hyderabad: Anjuman Taraqqi Urdu Hind, 1932

Magazine/News Paper:

1. *Nuqoosh*, June 1964, , *Aap beeti Number*, Idara-e-Frogh-e-Urdu, Lahore

.

Website:

1. www.britannica.com
2. www.rekhta.org